تفسیر نور العرفان (قسط④)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''فرشتوں کو رب نے علم غیب بخشا ہے، جس سے وہ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص365)

❀ فرشتوں نے کہا:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾(البقرۃ: ۳۲)

''(اللہ!) تو پاک ہے، ہمارے پاس وہی علم ہے، جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔''

آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے، کسی کو نہیں دیا۔

❀ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾(لقمان: ۳٤)

''پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، (پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی) ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ **(لقمان: ۳۴) ''قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے اور رحم مادر میں جو ہے، اس کا علم رکھتا ہے، کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور کہاں فوت ہوگا؟ بے شک اللہ خوب جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔''**

(مسند الإمام أحمد: 353/5، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مسند احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد: 89/7)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الدّر المَنثور: 531/6)

② مفتی صاحب سورت نساء (۱۱۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا کہ اس نے آئندہ کے متعلق جو خبر دی، آج ویسا ہی دیکھا جا رہا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص153)

مفتی صاحب کی بے باکی دیکھیں کہ وہ کس طرح آیات بینات کا مفہوم و معنی بگاڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ کہ شیطان کو بھی علم غیب ہے۔ حالانکہ یہ صریح کفر ہے۔

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ابراہیم علیہ السلام کی وہ قمیص، جو نمرود کی آگ میں جاتے وقت آپ کے گلے میں

تھی، تعویز بنا کر یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات گلے میں ڈالنا حفاظت کے لیے جائز ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص376)

یہ ساری کی ساری بے بنیاد باتیں ہیں۔ ان کا انبیا کی طرف انتساب قطعًا درست نہیں۔ انبیا علیہم السلام کا ادب چاہیے۔ بے سند و بے سروپا باتیں انبیا کی طرف منسوب کرنا خلاف ادب ہے۔ انبیا کوئی ایسی ہستیاں تو نہیں ہیں، جو ہمارے جی میں آئے، ہم ان کے بارے میں کہہ دیں۔

رہا مسئلہ بزرگوں کے تبرکات کا، تو تبرک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ خلفائے راشدین، صحابی، تابعی یا تبع تابعی سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں۔

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''رب نے یوسف علیہ السلام کو آئندہ واقعات کا پورا علم بخشا اور علم غیب عطا فرمایا۔ آپ اس کنوئیں میں تین دن رہے، اس زمانے میں فرشتے اس کنویں کی زیارت کرنے آتے تھے اور آپ کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف بارہ سال تھی......۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص377)

یہ ساری کی ساری باتیں ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں کسی کو علم غیب عطا نہیں کیا۔ انبیا پر وحی اُترتی تھی۔ وہ وحی سے آئندہ واقعات کی خبر دیتے تھے۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے ہر حال سے خبردار تھے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص378)

اس پر کوئی دلیل نہیں۔انبیا کے بارے میں بغیر دلیل کے بات کرنا مناسب نہیں۔

⑥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بھی درست ہے کہ بعد میں زلیخا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آئیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص380)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''افراشیم یوسف علیہ السلام کے فرزند حضرت زلیخا کے بطن شریف سے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص727)

دونوں باتیں بے دلیل ہے۔

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مستان دیدار الٰہی جو مجذوب ہوں، ان پر کوئی حکم شرعی جاری نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص380)

یہ باطنی صوفیا کا گمراہ کن نظریہ ہے۔ورنہ کوئی مؤمن دیدار الٰہی میں مجذوب نہیں ہوا۔ وہ کیسا مجذوب ہے، جو شعوری حالت میں کفر بکتا ہے؟ دراصل یہ شیطان کا تسلط ہے کہ وہ اس کی زبان سے بولتا ہے۔

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مؤمن کی موت عید ہے کہ اس کے ذریعہ وہ رب سے ملتا ہے۔اس لیے بزرگوں کی وفات کو عرس یعنی شادی کہتے ہیں کہ وہ محبوبوں کی ملاقات کا ذریعہ ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص588)

سال بہ سال بزرگوں کی قبروں پر جمع ہونا جسے عرس کا نام دیا جاتا ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ائمہ اہل سنت اس سے ناواقف تھے۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''میرے چچا آزر کو ایمان وتوبہ کی توفیق عطا فرما، جس سے وہ تیری بخشش کا مستحق ہو جائے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص591)

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا، نہ کہ چچا کا۔ بعض خواہ مخواہ بغیر دلیل کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف جاتے ہیں۔ جبکہ سلف صالحین میں ان کا کوئی بھی حمایتی نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ﴾(الشّعراء: ٨٦)

''اور میرے باپ کو بخش دے، وہ گمراہ ہے۔''

(ترجمہ کنز الایمان، ص591)

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی کو بشر یا رب نے فرمایا، یا خود پیغمبر نے یا کفار نے، اب جو انہیں بشر کہے، وہ رب تو ہے نہیں، نہ رسول، لہٰذا کافر ہی ہوگا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص595)

❀ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ (١٢٣١ھ) لکھتے ہیں:

يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الْإِيْمَانِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرِفَةُ اسْمِهٖ إِذْ لَا تَتِمُّ الْمَعْرِفَةُ إِلَّا بِهٖ وَكَوْنِهٖ بَشَرًا مِّنَ الْعَرَبِ وَكَوْنِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اتِّفَاقًا لِّوُرُوْدِ ذٰلِكَ الْقَوَاطِعِ الْمُتَوَاتِرَةِ.

''متواتر اور قطعی نصوص کی بنا پر نبی کریم ﷺ پر ایمان کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی کا علم ہو، کیونکہ نام کے بغیر معرفت ہوتی ہی نہیں۔ نیز یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، آپ کا تعلق عرب سے ہے اور آپ بالاتفاق خاتم النبیین ہیں۔''

(حاشية الطّحطاوي، ص 11)

- فتاوی عالمگیری (۳۸۸/۶) میں نبی ﷺ کو ''سید البشر'' کہا گیا ہے۔
- تفسیر روح المعانی میں ہے:

إِنْ قُلْتَ: هَلِ الْعِلْمُ بِكَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرًا، وَمِنَ الْعَرَبِ، شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَوْ هُوَ مِنْ فَرْضِ الْكِفَايَةِ؟ أَجَابَ الشَّيْخُ وَلِيُّ الدِّينِ الْعِرَاقِيُّ بِأَنَّهٗ شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الْإِيمَانِ، قَالَ: لَوْ قَالَ شَخْصٌ: أُؤْمِنُ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَمِيعِ الْخَلْقِ، وَلٰكِنِّي لَا أَدْرِي هَلْ هُوَ مِنَ الْبَشَرِ أَوِ الْمَلَائِكَةِ، أَوْ مِنَ الْجِنِّ، أَوْ لَا أَدْرِي أَهُوَ مِنَ الْعَرَبِ أَوِ الْعَجَمِ؟ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهٖ، لِتَكْذِيبِهٖ لِلْقُرْآنِ وَجَحْدِهٖ مَا تَلَقَّتْهُ قُرُونُ الْإِسْلَامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، وَصَارَ مَعْلُومًا بِالضُّرُورَةِ عِنْدَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ، وَلَا أَعْلَمُ فِي ذٰلِكَ خِلَافًا، فَلَوْ كَانَ غَبِيًّا لَّا يَعْرِفُ ذٰلِكَ وَجَبَ تَعْلِيمُهٗ إِيَّاهُ، فَإِنْ جَحَدَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ حَكَمْنَا بِكُفْرِهٖ.

''اگر آپ کہیں کہ کیا اس بات کا جاننا کہ آپ ﷺ بشر تھے اور آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے، صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے؟ تو شیخ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ محمد ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رسول بن کر آئے ہیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے، فرشتہ تھے یا جن تھے؟ یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟ تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں رہا، کیونکہ اس نے قرآنِ مجید کی تکذیب کی ہے اور ایسی چیز کا انکار کیا ہے، جو بعد والے اپنے اسلاف سے سیکھتے چلے آئے ہیں۔ یہ بات تو خاص وعام کے نزدیک یقینی طور پر معلوم ہو چکی ہے۔ مجھے اس کے بارے میں اختلاف کا کوئی علم نہیں۔ اگر کوئی غبی شخص ایسا کہے، تو اس کو اس بات (آپ ﷺ کی بشریت اور عربی ہونے) کی تعلیم دینا واجب ہے اور اگر اس نے پھر بھی انکار کر دیا، تو ہم اس پر کافر ہونے کا حکم لگائیں گے۔''

(المَواهب اللّدنية لأحمد القَسطلاني : 154/3، رُوح المَعاني للآلوسي : 113/4)

✿ خود مفتی صاحب سورت ق (۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ کفار آپ پر ایمان تو نہ لائے، بلکہ تعجب کرنے لگے کہ انسان کو نبوت کیسے مل گئی؟ یہ تو کسی فرشتے کو ملنی چاہیے تھی، افسوس ہے کہ یہ لوگ لکڑی پتھر کو خدا ماننے لگے، مگر افضل البشر کو نبی ماننے میں تامل کرتے تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص826)

⑪ مفتی صاحب سورت ص (۴۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاؤں کا دھون بھی شفا ہے۔ اس لیے اسے وسیلہ شفا بنایا گیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص727)

یہ آیت کی تحریف ہے۔ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ بزرگوں کے پاؤں کے دھون شفا ہے۔ بزرگوں کو انبیا پر قیاس کرنا شدید غلو ہے، جس کی قطعاً اجازت نہیں۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمانا: ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ﴾ میں زکوٰہ سے مراد طہارت نفس ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص727)

زکوٰہ سے طہارت نفس مراد لینا بے دلیل ہے۔ یہاں زکوٰۃ ہی مالی صدقہ ہی مراد ہے۔

⑬ مفتی صاحب سورت ص (۳۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ ہمارے حضور کے حکم سے بارش برسی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص727)

یہ آیت کی من چاہی تفسیر ہے۔ یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بارش برسی شرکیہ عقیدہ ہے، کیونکہ بارش اللہ کے حکم سے برستی ہے۔ کسی کو یہ معلوم نہیں کہ بارش کب برسے گی؟

⑭ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کافر بھینٹ کا جانور تھان پر لے جا کر مسلمان سے ذبح کراوے اور مسلمان بسم اللہ سے ذبح کرے، وہ حلال ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص169)

یہاں ذبح کرانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، نہ کہ ذبح کرنے والے کی، کیونکہ جب وہ جانور غیر اللہ کی طرف منسوب ہے، خواہ اسے ذبح کرنے والا کوئی بھی ہو، وہ حرام ہے، کیونکہ زندہ جانور پر غیر اللہ کا نام لینا، اُسے حرام کر دیتا ہے، جیسا کہ مشرکین بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے۔

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ نورِ نبوت کے لحاظ سے ہر وقت، ہر جگہ جلوہ گر ہیں اور ہر شے سے خبر دار، گزشتہ واقعات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص87)

یہ نظریہ عیسائیوں کے نظریہ ثالث ثلاثہ کی طرح نا قابل فہم ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ہر شے سے باخبر اور گزشتہ واقعات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں، قرآن وحدیث اور اسلاف اُمت کے مخالف ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے حیات مبارکہ میں اس شے سے باخبر تھے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مریم کے پاس کھڑے ہو کر (زکریا علیہ السلام نے) بیٹے کی دعا کی، اس سے معلوم ہوا کہ ولی کے پاس دعا مانگنا سنت نبی ہے اور وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، خواہ زندہ ولی کے پاس دعا کرے، یا قبروں کے پاس۔ رب فرماتا ہے: ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ﴾ اسی سے یہ بھی مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ جس شہر میں قبور صالحین ہوں، اس شہر کا احترام کرے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص86)

مفتی صاحب کی کوشش ہے کہ اپنے مزعوم نظریات پر قرآنی آیات کو چسپاں کر دیں اور اس کے لیے کسی بھی حد تک جانا پڑے، کوئی پرواہ نہیں۔

سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھے، تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اگر مریم کو بے موسم پھل مل سکتے ہیں، تو مجھے بھی بڑھاپے میں اولاد مل سکتی ہے، اس لیے فوراً اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

دعا کرنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ کہ مریم اللہ کی ولیہ ہیں اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

زندہ ولیوں سے دعا کروانا جائز اور مستحب ہے، مگر ان کی قبروں پر اس لیے جانا کہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے، درست نہیں۔

مفتی صاحب نے آیت: ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوا حِطَّةٌ﴾ سے بھی اپنے غلط نظریات کو سہارا دینے کی کوشش کی کہ جس شہر میں قبور صالحین ہوں، اس شہر کا احترام کرے۔

قبور صالحین کا احترام ضروری ہے، لیکن یہاں آیت کو لانے کا مقصد کیا ہے؟ آیت کا صحیح مفہوم یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو ایک علاقے میں بھیجا گیا اور انہیں داخل ہوتے وقت توبہ کرنے کو کہا گیا، ساتھ توبہ کا طریقہ بتایا گیا کہ جب داخل ہوں تو سر جھکا کر اللہ سے معافی مانگیں، اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اب اس سے شہروں کا احترام کہاں سے آ گیا؟ پہلے شہروں میں بزرگوں کی قبروں پر مقبرے اور قبے بنائے جاتے ہیں، پھر اس شہر کے نام پر ''شریف'' کا لفظ بڑھا دیا جاتا ہے، یہ غلو ہے۔ شرعی دلائل اس کی تائید میں نہیں ہیں۔ اسلاف امت ایسا نہیں کرتے تھے۔

⑰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور میں خدائی طاقتیں ہیں، کیونکہ آپ کا کنکشن ہمیشہ رب سے ایسا ہے، جیسا مشین کا تعلق بجلی کی پاور سے، جیسے مشین میں بجلی کی پاور ہوتی ہے، حضور میں اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص975)

یہ کفریہ اور شرکیہ عقیدہ ہے۔ مفتی صاحب کی عاجزی دیکھیں کہ کتاب وسنت کے دلائل کی بجائے مشین وبجلی کی مثالوں پر عقیدے قائم کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق میں ماننا شرک ہے۔

⑱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''علما فرماتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جنت میں جائے گی، جیسے اصحاب کہف کا کتا اور ہمارے حضور کا دراز گوش۔''

(تفسیر نور العرفان، ص973)

یہ بے دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت مؤمن جن وانس کے لیے بنائی ہے، جانوروں کے لیے نہیں۔ جو جانور جنت میں ہوں گے، وہ اہل جنت کی منفعت کے لیے ہوں گے۔

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جو بندہ اللہ کا ہو رہتا ہے، تو اس کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اللہ کے ہو جاتے ہیں کہ ان سے خدائی طاقت ظاہر ہوتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص973)

''اللہ کے ہو جاتے ہیں۔'' سے کیا مراد ہے؟ تفصیل ملاحظہ فرمائیں؛

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي، لَأُعْطِيَنَّهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهٗ.

''(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:) میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ مجھ سے مانگے، تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے، تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري: 6502)

ایک وضاحت:

سلف نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا ہے، یعنی بغیر کسی تاویل کے جوں کی توں قبول کی ہے۔ البتہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کا اصل معنی ہے کیا؟

دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں۔ یا یہ مراد لیا جائے کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور ٹانگیں بن جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ ولی اور ولی اللہ بن جاتا ہے یا یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور اس کی ٹانگ کو اس انداز میں درست کر دیتا ہے کہ اُس کا ادراک اور عمل اللہ ربّ العزت کی نصرت و تائید کے ساتھ اُس کی خوشنودی کا باعث بن جاتا ہے۔

بلاشبہ پہلا معنی درُست نہیں، اس حدیث کا حقیقی معنی یہ ہے، نہ سیاقِ کلام اس کا متقاضی ہے۔ اہلِ علم اس سے خوب واقف ہیں۔ یہ حدیث خود دو طرح سے اس معنی کا ردّ کرتی ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ کا فرمان ہے: میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھ سے مانگے، تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے، تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔

غور فرمائیں کہ اس حدیث میں میرے بندے کے الفاظ ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے بندے کو عابد اور خود کو معبود ثابت کیا ہے۔ قرب حاصل کرنے کی کیفیت ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک قرب چاہنے والا ہے اور دوسرا وہ ہے، جس سے قرب چاہا گیا۔ بندے کے سوال اور اپنی عطا کا تذکرہ فرما کر بیان کیا ہے کہ ولی سوالی اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ پناہ کے سوال اور اجابت کے تذکرے کا مقصد یہ ہے کہ ولی پناہ کا طلب گار اور اللہ تعالیٰ پناہ دینے والا ہے۔ حدیث کا سیاق بتاتا ہے کہ ولی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اعتبار سے جدا جدا ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ ایک دوسرے کی کوئی صفت یا جزو بن جائے۔ لہٰذا ہرگز اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ وغیرہ بن جاتا ہے یا اس میں داخل ہو جاتا ہے یا ولی ہی اللہ بن جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ولی کے کان، آنکھ اور ٹانگ ساری چیزیں اوصاف یا اجزا ہیں۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ مخلوق کا وجود حادث ہے، یعنی ایک وقت ان کا وجود نہیں تھا اور ایک وقت آنے پر وہ دوبارہ فنا ہو جائیں گی۔ ممکن نہیں کہ کسی عقل مند کا ذہن یہ بات قبول کر سکے کہ وہ خالق، جو ازل سے ہے اور جس سے پہلے کچھ نہ تھا، وہ کسی فانی مخلوق کا کان، آنکھ، ہاتھ اور ٹانگ بن جائے۔ نیز مخلوق کے اعضا فانی ہیں۔ اُن میں تغیر و تبدل آتا رہتا ہے، ان

میں نشو ونما، بڑھوتری، شکست وریخت اور نقصان کی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں۔ اگر حدیث کا معنی یہ سمجھا جائے کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ، آنکھ اور ٹانگ بن جاتا ہےتو ذاتِ باری تعالیٰ کوتغیر وتبدل کا محل ماننا لازم آئے گا جو کہ صریح کفر ہے۔ اولیاء اللہ کوموت آتی ہے،تو کیا اللہ تعالیٰ کے لیے موت ممکن ہے؟

کائنات کے سب سے بڑے ولی رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام جن کی ولایت میں کسی مسلمان کوشبہ نہیں، اُن کے اعضا مثلاً ہاتھ، بازو، ٹانگیں اورکان وغیرہ میدان کارزار میں کٹتے ہیں۔کوئی صاحب ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کٹ گیا، زخمی ہو گیا یا اسے کوئی بیماری لاحق ہوگئی؟ تو پھر یہ معنی کیوں کر درست ہوا؟ اوراس معنی کوحدیث کا حقیقی اور ظاہری معنی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ ایسا قطعاً ممکن نہیں بلکہ یہ ایسی بات ہے،جس کے تصور سے بھی نفوس سلیمہ نفرت کرتے ہیں، زبان اس بات کوفرضی طور پر بولنے سے بھی قاصر ہے۔

یہ معنی غلط ہے،تو دوسرا معنی خود بخود درُست ثابت ہوگا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کے اعمال اس طرح درُست فرما دیتا ہے کہ ولی کے سب کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خاص ہو جاتے ہیں اور مولی کریم کی مدد ونصرت شامل حال ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہےتو ولی پیکر اخلاص بن جاتا ہے۔ اس کے ہر عمل میں رضائے الٰہی کی طلب جھلکتی ہے۔

سلف کی تفسیر وتشریح یہی ہے اور یہی قول حدیث کے ظاہری وحقیقی معنی کے موافق ہے، سیاقِ کلام سے یہی معنی متعین ہوتا ہے۔اس میں کوئی تاویل ہے، نہ تحریف۔

۲۰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مدینہ کی خاک شفا ہے، غرضیکہ محبوبوں کے تبرکات بھی حل مشکلات ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص968)

بے دلیل اور غلو پر مبنی نظریہ ہے۔ تبرکات نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔

۲۱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''تکبیر تحریمہ میں صرف اللہ اکبر کہنا ضروری نہیں، رب کا کوئی نام پاک لے، جائز ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص969)

تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر ہی کہا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اللہ اکبر کے ساتھ نماز میں داخل ہوتے تھے۔

❀ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوِ افْتَتَحَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ بِسَبْعِينَ اسْمًا مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ يُكَبِّرْ لَمْ يُجْزِهِ .

''اگر کوئی شخص نماز کو اللہ تعالیٰ کے ستر ناموں سے بھی شروع کرے، مگر اللہ اکبر نہ کہے، تو اسے کفایت نہیں کرے گا۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 238، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ النُّعْمَانُ : إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَقَرَأَ بِهَا وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ يُجْزِيهِ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : لَا يُجْزِءُ ذٰلِكَ لِأَنَّهٗ خِلَافُ مَا أَمَرَ

اللّٰهُ بِهٖ، وَخِلَافُ مَا عَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهٗ، وَخِلَافُ جَمَاعَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا وَافَقَهٗ عَلٰى مَا قَالَ.

''نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ) رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی شخص عربی جاننے کے باوجود فارسی میں نماز شروع کرے اور فارسی میں ہی قرأت کرے، تو اُسے کفایت کرے گا۔ امام ابوبکر (ابن منذر) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کفایت نہیں کرے گا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور اس کے بھی خلاف ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے، نیز مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے، ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی موافقت نہیں کی۔''

(الإشراف على مَذاهب العلماء: 8/2)

(۲۲) مفتی صاحب سورت قریش (۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضور کا چہرہ محبت سے دیکھنا ہے، جو اسلام کی پہلی عبادت اور تمام عبادات سے اہم ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص962)

یہ آیت کریمہ کی معنوی تحریف ہے۔

(۲۳) مفتی صاحب سورت توبہ (۱۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں، جو میلاد شریف، ختم بزرگان اور دوسرے نیک اعمال سے بلا وجہ لوگوں کو روکتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی راہ سے روکنا ہے، کیونکہ یہ سارے کام اللہ کے لیے کیے جاتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان،ص300)

جب میلاد اور ختم بزرگان ثابت ہی نہیں، تو ان سے روکنا، اللہ کی راہ سے روکنا کیسے؟ بلکہ یہ بدعات وخرافات ہیں۔ جو دیگر اقوام سے مستعار ہیں، لہٰذا ان سے روکنا، عین حق اور مذہبی فریضہ ہے، جیسا کہ علمائے حق روکتے ہیں۔ ہم مفتی صاحب کی زبان میں کہیں گے کہ ''سچے دین کی پہچان ہے کہ وہ سلف صالحین کا دین ہو، یہ حضرات ہدایت کی دلیل ہیں۔'' (تفسیر نور العرفان،ص۳۰)

۲۴ مفتی صاحب سورت الاعراف (۱۵۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ آپ (موسیٰ علیہ السلام) کو اتنا غصہ آیا تھا کہ حالت جذب پیدا ہوگئی تھی اور جو کچھ صادر ہوا، اسی حالت جذب میں ہوا۔''

(تفسیر نور العرفان،ص269)

''جذب'' باطنی صوفیا کی گمراہ کن اصطلاح ہے، جسے نعوذ باللہ مفتی صاحب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے غصہ پر استعمال کر رہے ہیں۔ یہ آداب نبوت کے منافی ہے۔

۲۵ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کے آباء واجداد مؤحد مؤمن تھے۔''

(تفسیر نور العرفان،ص30)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد ملت عبدالمطلب پر تھے، جو کہ کافر ملت تھی۔

۲۶ مفتی صاحب سورت بقرہ (۱۲۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے؛ ایک یہ کہ قرآن آسان نہیں، ورنہ اس کی تعلیم کے لیے حضور نہ بھیجے جاتے......تیسرے یہ کہ اعمال سے طہارت نصیب نہیں ہوتی، طہارت نفسانی روحانی نگاہِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیب ہوتی

ہے، جیسا ﴿یُزَکِّیۡھِمۡ﴾ سے معلوم ہوا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص30)

قرآن کریم آسان ہے، محض قرآن کریم کی تعلیم و تفہیم کے لیے نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ یہ کہنا کہ آپ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ قرآن آسان نہیں، قطعاً درست نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اعمال صالحہ کے ساتھ تزکیہ فرمایا۔ یہ کہنا کہ اعمال سے طہارت نصیب نہیں ہوتی، گمراہی پر مبنی نظریہ ہے اور قرآن پاک کی معنوی تحریف ہے۔

۱۱، جولائی، ۲۰۲۰ء

❀❀❀❀❀❀❀